مغربی نظریاتی یلغار کا تعاقب

انسانی حقوق کے مغربی تصورات اور اسلام

مولانا محمد عبدالمنتقم سلہٹی

دارالافتاء دارالعلوم کراچی

پیش کردہ برائے دوسری بنوں فقہی کانفرنس 1998ء

فہرست ذیلی عنوانات مقالہ

(1) فاشزم خود گالی بن گیا

(2) انسانی حقوق کے تعین میں عقل کی بالادستی مسلم نہیں

(3) وحی الٰہی انسانی حقوق کے تعین کے لئے واحد بنیاد اور منفرد معیار ہے

(4) مغرب کی خواہش پرست عقل کے منفی نتائج

(5) مغرب کا غلط پروپیگنڈہ

(6) گورباچوف کا اعتراف حقیقت

(7) ہوس اقتدار کا منطقی انجام

آج کی دنیا میں انسانی حقوق کی زبان سب سے زیادہ توجہ کے ساتھ سنی جاتی ہے اور انسانی حقوق کے حوالے سے کی جانے والی گفتگو سب سے زیادہ مؤثر سمجھی جاتی ہے لیکن عام طور پر انسانی حقوق کا کوئی ایسا صاف اور واضح تصور ذہنوں میں موجود نہیں ہے جس سے قابل تحفظ حقوق کے تعیین کی کوئی بنیاد فراہم ہوتی ہو۔ اور حقوق و فرائض کے درمیان حد فاصل قائم کرنے کی کوئی اساس مُہیا ہو سکے، اس کھو کھلے پن کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ عقلی سوچ اور ذہنی تخیل کی روشنی میں انسانی حقوق کا کوئی خاکہ متعین کرلیا جاتا ہے اور اسی کو معیار حق

قرار دیدیا جاتا ہے۔اور پھر اسی خود ساختہ معیار پر ہر چیز کو پرکھنے کی کوشش کی جاتی ہے، حالانکہ انسانی حقوق کے تعین میں اگر عقل کی بالادستی کو تسلیم کرلیا جائے تو انسانی حقوق کے تعین کے بارے کوئی بنیاد فراہم نہیں ہوتی، کیونکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ابتدائے آفرینش سے آج تک انسانی حقوق کے بارے میں تصورات بدلتے چلے آئے ہیں، ایک دور میں انسان کیلئے کسی حق کو لازمی سمجھا گیا اور دوسرے دور میں اسی حق کو ناحق قرار دیا گیا، مثال کے طور پر سرور دو عالم ﷺ جس وقت دنیا میں تشریف لائے، اس وقت انسانی حقوق ہی کے حوالے سے یہ تصور پھیلا ہوا تھا کہ جو شخص کسی کا غلام بن گیا تو نہ صرف اس کے جان و مال مملوک ہو گئے بلکہ آقا کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ جس طرح چاہے غلام کو استعمال کرے، چاہے گردن میں طوق پہنائے اور چاہے پاؤں میں بیڑیاں ڈالے، تقریباً سوڈیڑھ سو سال پہلے فاشزم نے یہ تصور پیش کیا تھا کہ جو طاقتور ہے، اس کا ہی بنیادی حق ہے کہ وہ کمزور پر حکومت کرے، اور کمزور کے ذمہ واجب ہے کہ وہ طاقت کے آگے سر جھکائے۔

فاشزم خود گالی بن گیا:-

ذرا غور فرمایئے! غلامی کے جس تصور کو آقا کا بنیادی حق قرار دیا جاتا تھا، اسی کو آج جاہلیت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کمزور پر جس حکمرانی کو طاقتور کا یکطرفہ حق سمجھا گیا، اسی کو بعد میں نہ صرف یہ کہ بدترین ظلم کے عنوان سے تعبیر کیا گیا بلکہ اب فاشزم کا نام خود گالی بن گیا ہے، انسانی حقوق کے تصورات کی اس حقیقت کے پیش نظر، یہ سوال بجا طور پر ذہن میں ابھرتا ہے کہ آج جن حقوق کو عقل کے فیصلے پر انسانی حقوق کہا جا رہا ہے، ان کے بارے میں کیا ضمانت ہے کہ وہ کل بھی تسلیم کئے جائیں گے۔ اور ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ اور وہ کون سی بنیاد ہے، جو اس فیصلے کو حرف آخر قرار دے سکے؟

انسانی حقوق کے تعین میں عقل کی بالادستی مسلم نہیں:-

یہ وہ نازک سوال ہے جس کا حل پیش کرنے سے عقل انسانی عاجز ہے، کیونکہ عقل بھی حواس خمسہ کی طرح ایسا ذریعہ علم ہے جس کا دائرہ کار ایک مخصوص حد میں جا کر ختم ہو جاتا ہے، جیسا کہ حواس خمسہ میں سے ہر ایک کی پرواز ایک متعین حد میں رک جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک گھر کو آنکھوں سے دیکھ کر یہ علم ہو جاتا ہے کہ اسکا رنگ کیسا ہے؟ لیکن صرف آنکھوں سے دیکھ کر یا ہاتھوں سے چھو کر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس گھر کو کسی انسان نے بنایا ہے، بلکہ اس نتیجے تک پہنچنے کیلئے عقل کی ضرورت ہے۔ پھر آگے چل کر جو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس گھر کو کس طرح استعمال کرنا چاہیئے۔ کس کام میں استعمال کرنے سے فائدہ ہوگا؟ اور کس کام میں استعمال کرنے سے نقصان ہوگا؟ اس سوال کا حل پیش کرنے سے عقل ناکام ہو جاتی ہے، یہ اور اس قسم کے سوالات کا جواب دینے کیلئے جو ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے، اس کا نام ''وحی'' ہے۔ وحی انسان کیلئے وہ اعلیٰ ترین ذریعہ علم ہے، جو اسے زندگی سے متعلق ان سوالات کا جواب مہیا کرتا ہے جو عقل و حواس کے ذریعے تو حل نہیں ہو سکتے، لیکن ان کا علم حاصل کرنا اس کیلئے ضروری ہے، اسلئے عقل اور مشاہدہ کا محدود دائرہ اثر ختم ہو جانے کے بعد وحی الٰہی کے شفاف چشمہ حیات سے رہنمائی حاصل کرنا ایک ناگزیر ضرورت ہے ورنہ انسانیت، منزل مقصود کی راہ سے کوسوں دور چلی جاتی ہے اور ہر وقت مصائب و مشکلات کے صحراء میں بھٹکتی پھرتی ہے۔ لیکن اپنے سفر حیات کا وہ نشان راہ اسے نظر نہیں آتا، جو منزل مقصود تک پہنچتا ہو۔

انسانی حقوق کے حوالے سے جو تصورات آج مغرب کی طرف سے پھیلائے جا رہے ہیں، ان کی بنیاد بھی نری عقل پر ہے، جس کا نتیجہ آج مغرب میں معاشرتی بگاڑ، جنسی انارکی اور فیملی سسٹم کی تباہی کے جس خوفناک روپ میں ظاہر ہو رہا ہے اس نے مغربی دانشوروں کو حیران و ششدر کر دیا ہے۔

وحی الٰہی انسانی حقوق کے تعین کے لئے واحد بنیاد اور منفرد معیار ہے:-

ان حقائق کے پس منظر میں اگر حقوق سے متعلق قرآن کریم کی تعلیمات اور رسول اکرم ﷺ کے ارشادات و احکام کو سامنے لایا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ انسانی حقوق کے تعین اور تحفظ کو جو معیار اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر نے آج سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے وحی الٰہی کے سر چشمہ فیض سے پیش کیا تھا۔ اور حقوق و فرائض کے درمیان جو خط امتیاز انہوں نے قائم فرمایا تھا، انسانی عقل، تدریج و ترقی کے تمام مراحل طے کرنے اور مختلف نظامہائے زندگی کا تجربہ کرنے کے باوجود اس کا کوئی متبادل سامنے نہیں لا سکی۔ سرور دو عالم ﷺ کا انسانی حقوق کے سلسلے میں سب سے بڑا کردار یہ ہے کہ آپ نے قابل تحفظ حقوق کے تعین کی وہ بنیاد انسانیت کے سامنے پیش کی جو ایک ایسی اتھارٹی کی طرف سے عطاء کی گئی ہے جس کا علم کامل کائنات کے ایک ایک ذرہ پر محیط ہے اور جو انسانوں کا بھی خالق و مالک ہے اور ان کی وسیع تر ضروریات کے بارے میں بخوبی واقف ہے اسی قادر مطلق ذات نے اپنی حکمت بالغہ سے "وحی" کی صورت میں جو خالص اور قطعی علم اپنے آخر نبی ﷺ پر نازل فرمایا، وہی علم حقیقی انسانی حقوق کے تعین کیلئے واحد بنیاد اور منفرد معیار ثابت ہو سکتا ہے، لیکن مغرب نے وحی الٰہی کی جگمگاتی ہوئی روشنی سے راہ نجات تلاش کرنے کی بجائے انسانی حقوق کے تعین و تحفظ کیلئے عقل کو نگران مقرر کیا اور اس پہلو پر غور نہ کیا کہ عقل کی کمزور لگام، خواہشات کے منہ زور گھوڑے کو کنٹرول کرنے میں ہمیشہ ناکارہ ثابت ہوئی ہے، اور انسانی خواہشات نے اس وقت صرف فطرت کے دائرے میں رہنا قبول کیا، جب ان پر وحی الٰہی کی حکمرانی قائم ہوئی ہے۔

مغرب کی خواہش پرست عقل کے منفی نتائج :-

اس تاریخی حقیقت کو نظر انداز کرنے کا جو خمیازہ مغرب کو بھگتنا پڑ رہا ہے، اس کا اندازہ صرف ایک مثال سے ہو سکتا ہے، مغرب نے اپنی "خواہش پرست عقل" کے فیصلہ پر یہ تصور پیش کیا کہ مرد اور عورت کی باہمی رضا مندی تو دیکھ لی، مگر پورے معاشرے پر اس اختلاط کے اثرات کو نہ دیکھ سکے جس کے نتیجے میں ناجائز بچوں کے تناسب میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور خاندانی نظام تباہی کی آخری حدود کو چھو رہی ہے، جبکہ نبی کریم ﷺ نے وحی کی بنیاد پر مرد و عورت کی اس باہمی رضامندی کو بھی جرم قرار دیا ہے، جو معاشرے کیلئے منفی نتائج کا باعث بن سکتی ہو، چنانچہ آپ ﷺ نے مرد و عورت کے باہمی اختلاط کیلئے رشتہ ازدواج کا فطری اور پر مسرت تعلق کو جائز رکھا اور باقی ہر قسم کے میل جول سے منع فرمایا، اس طرح سود کے بارے میں مغرب نے یہ فلسفہ پیش کیا کہ جب سود دینے اور لینے والے آپس میں متفق ہیں، تو پھر کسی تیسرے کو حق اعتراض حاصل نہیں ہونا چاہئے۔ یہاں بھی مغربی عقل نے اپنی کرشمہ سازی دکھائی

اور انسانی حقوق کے تعین میں صرف دو افراد کی رضامندی کو بنیاد بنا دیا، جبکہ حضور ﷺ نے معاشرہ پر بحیثیت مجموعی سود کے منفی اثرات کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی حرمت کا اعلان فرمایا، آج سودی معیشت کے نتیجے میں جس طرح چند مخصوص گروہوں کی اجارہ داری کے شکنجے میں پوری دنیا کے انسان کسے جا رہے ہیں، اس سے اسلامی تعلیمات کی صداقت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مغرب کا غلط پروپیگنڈہ :-

مغرب جس طرح انسانی حقوق کے تعین میں غلطاں و پیچاں ہے۔ اسی طرح حقوق و فرائض میں توازن قائم کرنے اور ان کے درمیان حد فاصل قائم کرنے میں بھی ناکام رہا ہے، مغرب نے حقوق و فرائض کو آپس میں ایسا خلط ملط کر دیا ہے کہ ان کے درمیان کوئی خط امتیاز قائم نہ رہا، لیکن وہ اپنے کھوکھلے فلسفے کا غلط پروپیگنڈا اس زور شور سے کر رہا ہے کہ آج کا معاشرہ، انسانی حقوق کے بارے میں مسلسل ذہنی انتشار اور فکری بے راہ روی کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔ مثلاً حلال روزگار کے ذریعہ اہل خانہ کی کفالت کرنا، رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کی رو سے فرائض کا حصہ ہے، جو گھر کے سربراہ پر عائد ہوتا ہے، مگر مغرب نے روزی کمانے کے فریضے پر "حقوق" کا خوشنما لیبل چسپاں کر دیا، اور اس طرح عورت کو مردوں کے شانہ بشانہ "مساوی حقوق" دینے کیلئے ورغلایا، اس دلچسپ نعرے سے عورت بیچاری بہت متاثر ہوئی اور یہ سمجھ کر خوش ہوگئی کہ اب مساوی حق سے بہرہ ور ہو رہی ہوں۔

گورباچوف کا اعتراف حقیقت :-

لیکن حقوق و فرائض کے اس گڈمڈ نے نتائج و اثرات کے لحاظ سے آج جو روپ دھار لیا ہے اس نے گورباچوف جیسے مدبر کو یہ لکھنے پر مجبور کر دیا ہے کہ ہم نے عورت کو گھر سے نکال کر غلطی کی ہے اور اب اسے گھر واپس لیجانے کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا۔

رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات کی رو سے حکومت و اقتدار ایک نازک ذمہ داری ہے، اس ذمہ داری کی سنگینی اور نزاکت کے بارے میں آپ نے قدم قدم پر خبردار کیا ہے، جس کا خوشگوار ثمرہ، حکمرانوں میں احساس ذمہ داری اور خدا خوفی کی صورت میں ظاہر ہوا اور لوگ اقتدار کی دوڑ میں شریک ہونے کی بجائے اس سے بچنے میں عافیت محسوس کرنے لگے۔

ہوس اقتدار کا منطقی انجام :-

مغرب نے اقتدار کو حقوق انسانی کی فہرست میں شامل کیا جس کا منطقی انجام حکمرانوں میں خود غرضی، نفس پروری اور ہوس پرستی کی ہولناک صورت میں سامنے آیا اور لیلائے اقتدار تک پہنچنے کیلئے ہر جائز و ناجائز حربہ کو زینہ بنا لیا گیا ہے۔

ان چند مثالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مغرب نے انسانی حقوق کے تعین کیلئے کوئی بنیاد فراہم نہیں کی اور نہ ہی حقوق و فرائض کے درمیان کوئی خط امتیاز قائم کیا، جسکے نتیجے میں انسانی معاشرہ کو فکری اور عملی دونوں اعتبار سے تباہی و بربادی کا سامنا ہے، جبکہ حضور ﷺ نے انسانی حقوق کی حقیقی بنیاد فراہم کی اور انسانیت کو وحی الہٰی کے شفاف اور خوش ذائقہ چشمہ حیات کی طرف رہنمائی فرمائی۔